

بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کیجیے!

از: مفتی تنظیم عالم قاسمی

استاذ حدیث دارالعلوم سمیل السلام حیدرآباد

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد قرآن کریم نے تزکیہ قلب بیان کیا ہے، ارشاد باری ہے **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ**۔ (سورہ جمعہ، آیت: ۲) ”وہی ہے وہ ذات جس نے ان پڑھوں میں انہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کو پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

تزکیہ قلب دل کی پاکی کو کہا جاتا ہے یعنی انسان کے دل و دماغ کو بے حیائی اور دنیوی آلائشوں سے پاک کر کے اس میں خوفِ آخرت اور اللہ کی محبت پیدا کی جائے، عام طور پر انسانی نفوس کا رجحان ان چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو شریعت کے خلاف ہیں، جن میں نفس کو لطف اور مزہ آتا ہے، ان رجحانات کو موڑ کر نفس کو رشد و ہدایت اور خیر پر لگانے کی محنتوں کو تصوف و سلوک اور تزکیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، شریعت میں تزکیہ کی بڑی اہمیت ہے، اس لیے کہ اگر انسان کا دل پاک ہو جائے، سوچ و فکر قرآنی اصول کے سانچے میں ڈھل جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرہ صالح اور نیک نہ ہو، زنا کاری، شراب نوشی، ظلم و زیادتی، چوری، ڈاکہ زنی اور ہزار طرح کے جرائم اس لیے وجود میں آتے ہیں کہ دل میں اللہ کا خوف ہے اور نہ آخرت پر یقین، خدا کی قدرت اور وجود کا تصور بلاشبہ بڑے سے بڑے گناہ کے عادی انسان کے ہاتھوں غیر مرئی ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں لگا دیتا ہے، پھر وہ اس طرح سنور جاتا ہے کہ رات کے سناٹے میں بھی اس کا ذہن کسی برائی کی طرف نہیں جاتا، دولت کے خزانے میں بھی رہ کر دل میں خیانت کا تصور نہیں آتا۔ بے حیائی کے تمام اسباب و وسائل موجود ہوں، پھر بھی طبیعت اس پر آمادہ نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تزکیہ قلب پر بڑا زور دیا ہے۔ سورہ الاعلیٰ آیت ۱۴ میں ارشاد فرمایا گیا **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى**

”تحقیق کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنا تزکیہ کیا“ یہی مفہوم سورۃ الشمس آیت ۹ میں ان کلمات میں بیان کیا گیا فَذَٰلَٰلَٰہُ مَن رَّکَّہَا وَفَٰذَٰلَٰہُ مَن دَسَّہَا ”بلاشبہ وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو سنوارا اور ناکام ہوا جس نے اس کو خاک میں ملایا یعنی خواہشات نفس کی پیروی کی“ ان دونوں آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی اور فوز و صلاح تزکیہ قلب کے ساتھ مربوط ہے، دل پاک و صاف ہے تو اخروی نعمتیں استقبال کریں گی، دنیا میں سکون و اطمینان، رعب و دبدبہ، عزت اور بلند مقام تو حاصل ہوگا ہی اسی کے ساتھ جنت کی ابدی راحت رساں چیزیں سامنے حاضر ہوں گی، وہ جب اور جس طرح چاہے گا کھائے گا اور مزے لے گا، اللہ کی رضا مندی اس کو مکمل طور پر حاصل ہوگی۔

عرب قوم جس کے درمیان رسول اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تھی، پہلے، بڑھے اور جوان ہوئے یقیناً وہ ایک خونخوار اور جنگ جو قوم تھی، تہذیب و تمدن سے نابلد، برائیوں کے خوگر، معرفت الہی سے کوسوں دور اور طبیعت کے اعتبار سے انتہائی سخت اجڑا اور گنوار تھی، نبی اکرم ﷺ کی نظر کرم نے ان کو ایسا بدلا کہ ساری دنیا کے لیے وہ ہدایت کے چراغ بن گئے، جو پہلے گنوار تھے مہذب بن گئے، مشرک تھے موحد ہو گئے، سخت تھے نرم ہو گئے، جو پہلے بے حیثیت تھے وہ دنیا کے امام بن گئے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کو صدیقیت کا مقام نہ ملتا اگر رسول اکرم ﷺ کی معیت نصیب نہ ہوتی، حضرت عمر فاروقؓ کو فاروق، حضرت عثمان غنیؓ کو غنی اور ذوالنورین (دوروشی والے) اور حضرت علیؓ کو شیر خدا کا خطاب اور اعزاز رسول رحمت ﷺ کی صحبت اور محبت کا اثر ہے، حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ عرب کے باہر سے تشریف لائے، کوئی تعارف اور سناشنائی نہیں، پہلے غلام تھے لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت و صحبت نے انہیں وہ مقام عطا کیا کہ تمام مسلمانوں کے وہ چہیتے اور سردار بن گئے۔ بقول کسی شاعر

خود نہ تھے جو راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور پھر اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی مجالس اور صحبت میں وہ تاثیر پائی جاتی ہے جس سے سخت سے سخت انسان کا دل بھی موم بن جاتا ہے، اللہ کا خوف اور آخرت کی تڑپ پیدا ہوتی ہے، انسانوں کے اندر تکبر ہے، حسد ہے، بغض ہے، حب دنیا ہے، آخرت سے بے فکری ہے، گناہوں سے دلچسپی ہے، اس طرح کے تمام گندے اوصاف

شیطانوں کے مکروفریب اور ان کے بہکاوے سے پیدا ہوتے ہیں، صلحاء اور بزرگان دین مدتوں ریاضت سے جن کے نفوس منجھے ہوئے ہوتے ہیں، وہ شیطان کے مکروفریب کو اچھی طرح جانتے ہیں، ان بزرگوں کی صحبت جو اختیار کرتا ہے اور ان کے توسط سے جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے یہ نفوسِ قدسیہ ان کو شیطان اور نفس سے بچنے کی تدبیریں بتاتے ہیں، اگر ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو بہت جلد نفس کے عیوب اور زرائع کا ازالہ ہو جاتا ہے اور ان کی فیضِ صحبت سے انسان اخلاقِ فاضلہ، معرفتِ الہی، خوفِ خدا، آخرت کی طرف رغبت کی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ پھر وہ کہیں بھی رہے اللہ کی قوتِ گرفت کا احساس ہمیشہ ساتھ رہتا ہے اس کو صوفیا کی اصطلاح میں تصوف و سلوک کہا جاتا ہے۔

تصوف و سلوک اور تزکیہٴ قلب دونوں ایک چیز ہے، جب دل پاک ہوگا تو خود بخود اللہ کی طرف میلان بڑھے گا، خدا سے قرب دل کی صالحت پر موقوف ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سے کسی نے پوچھا کہ یہ تصوف کیا بلا ہے؟ حضرت نے فرمایا: اس کی ابتدا ”انما الأعمال بالنیات“ (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) سے ہے اور انتہا ”أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ“ (اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو) پر ہے، بظاہر یہ صرف دو جملے ہیں مگر تصوف و سلوک کا خلاصہ اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔ یعنی انسان ہر عمل کرے، اگر نیت درست نہیں ہے تو کوئی بھی عمل مفید نہیں، اس لیے تصوف کے طالب علم کو سب سے پہلے تصحیحِ نیت کی ترغیب دی جاتی ہے، یہاں سے اس کے سفر کا آغاز ہوتا ہے، جب نیت درست ہوگئی تو اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے، معرفتِ الہی کا یہ راستہ انسان کو اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے کہ عبادت کرتے ہوئے معبود کو گویا وہ اپنی نظروں سے دیکھ رہا ہے، کسی کو جب یہ مقام حاصل ہو جائے تو پھر اس کی شرافت و سعادت کا کیا کہنا، تصوف کا مقصود اصلی شریعت پر چلنا ہے، شریعت کو چھوڑ کر طریقت کی کوئی حیثیت نہیں، حضراتِ مشائخ نے جو اصلاحِ نفس کے لیے کچھ تدبیریں اور طریقے تجویز کیے ہیں یہ مقاصد نہیں، وسائل ہیں، ان کی صحبت اور نظروں میں رہ کر آدمی کامل انسان بنتا ہے جس کا خدا نے حکم دیا ہے اور شریعت میں جو مطلوب و مقصود ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ پہلے کے مقابلے میں آج مصروفیت بڑھتی جا رہی ہے، وقت تنگ ہو گیا ہے، لوگوں کو اتنی فرصت نہیں کہ از خود تصوف و سلوک کی راہ پر چل کر کامیابی حاصل کریں، یہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ اہل دل علماء صلحاء اور اولیاء اللہ سے اصلاحی تعلق

قائم کیا جائے، ان کی رہنمائی اور قرآن و سنت کی روشنی میں دیئے گئے خطوط پر عمل آوری سے ایک شخص بہت جلد اس راہ کی مسافت کو طے کر سکتا ہے۔ جب بھی وقت ملے فرصت پا کر بزرگان دین کی مجالس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اللہ کے ولی کا اللہ سے بڑا قرب ہوتا ہے، ان کے مجاہدہ و ریاضت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مجالس، صحبت اور نظروں میں تاثیر رکھی ہے، جو محض مطالعہ، وعظ و تقریر، مال و زریہ شخصی محنت سے حاصل نہیں ہو سکتی، مشہور شاعر اکبر الہ آبادی نے اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

پاکستان کے مشہور عالم دین حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید مجدہ نے ایک موقع پر

فرمایا:

”آج ہمارا حال مختلف ہے، اللہ والوں کی مجلس ے ہم بھاگتے ہیں، ہم جس ماحول میں رہتے ہیں وہ گناہ و عصیان کا ماحول ہے، گرد و پیش سے عام انسان تو عام انسان ہے، ”ولی“ بھی متاثر ہو جاتا ہے، سنیما اور گانوں کی آواز، دنیا کی فحاشی یہ سب کچھ انسان کو متاثر کرتے ہیں۔ صحابہؓ کا عا و شمود کی ہستی سے جب گزر ہوا تو حضور ﷺ نے منہ چھپا لیا اور صحابہ کو جلدی سے گزر جانے کے لیے فرمایا، دیکھئے ماحول کا اثر، حضور ﷺ کی نگاہ میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اگر اثر کا خوف نہ ہوتا تو جلدی سے کیوں گزرتے؟ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ برے ماحول سے کٹ کر اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھو، نورانیت پیدا ہوگی اور اچھے اثرات پڑیں گے۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی صفحہ ۳۵، از مولانا محمد رضوان القاسمی)

یہ واقعہ ہے کہ انسان جس طرح کی صحبت اختیار کرتا ہے، مزاج، طبیعت، رجحان ویسے ہی بن جاتے ہیں، بزرگوں کی صحبت میں اگر کوئی مکمل بزرگی اختیار نہ بھی کرے، پھر بھی کچھ دیر کے لیے ہی سہی ضرور اس کے دل میں آخرت کی فکر پیدا ہوگی، اسے اپنے گناہوں پر شرمندگی محسوس ہوگی اور دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوگا، بزرگوں کی نظر میں وہ کیمیائی اثر ہے جو بہت جلد انسان کو متاثر کرتا ہے، گنہگار اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں اور نیکو کار کی رفتار عمل دوچند ہو جاتی ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے اس کی چار وجوہات بیان کی ہیں جو یقیناً پڑھنے کے قابل

ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا: اہل اللہ کی صحبت اختیار کیجئے ان کی صحبت بابرکت سے چار چہوں سے فیض حاصل ہوتا ہے:

(۱) پہلی وجہ نقل ہے، یعنی انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نقال واقع ہوا ہے، جب آپ اہل اللہ کی صحبت میں رہیں گے اور شب و روز ان کے طریقہ مناجات، ان کے طریقہ فریادان کے آداب و اخلاق اور خدا کے حضور ان کے رونے اور گڑ گڑانے اور نالہ نیم شمی کو دیکھیں گے تو ممکن نہیں کہ آپ ان صفات عالیہ کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ آپ کی نقال طبیعت یقیناً ان اعمال میں نقل کی سعی کرے گی۔

(۲) دوسری وجہ صحبت کی عام برکت ہے۔ اگر کوئی اہل اللہ کی صحبت میں بغیر کسی خاص ذہن و فکر کے آئے اور کوئی غرض بھی ہو جب بھی وہ اس کی برکت محسوس کرے گا۔ اور آہستہ آہستہ ان کی مقناطیسی شخصیت اپنی طرف کھینچتی رہے گی۔

(۳) تیسری وجہ معرفت ہے۔ یعنی ان کی صحبت سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ نفس اور شیطان سے مقابلہ کرتے ہوئے اسے کس طرح مغلوب کیا جائے؟ ان کی صحبت سے اس کا فن آتا ہے۔ نفسانی اور شیطانی کمزور فریب سے ایک انسان خوب واقف ہو جاتا اور ان سے بچنے کی تدبیروں سے اچھی طرح آگاہ ہو جاتا ہے۔

(۴) چوتھی وجہ دعا ہے، یعنی یہ جہاں ساری اُمت کے لیے دعا کرتے ہیں وہاں خصوصیت کے ساتھ اپنے متعلقین اور مردوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ بارگاہ الہی میں ان کی مخلصانہ دعا بہر حال قبولیت کی تاثیر رکھتی ہے۔

ان چار وجوہ کے علاوہ مولانا رومیؒ ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ دلوں میں سے دلوں میں خفیہ راستے ہوتے ہیں۔ غیر مرئی طور پر اللہ والوں کے دلوں کی ایمانی طاقت ان کے ہم نشینوں پر اثر کرتی ہے۔ اور ان کے طاقتور یقین کا نور ان کے جلیسوں کے ضعیف اور کمزور یقین کو توانائی بخشتا اور نورانی بناتا رہتا ہے۔

مولانا رومیؒ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو، دو چراغ ہوتے ہیں، ان کا وجود اور جسم ایک دوسرے سے الگ ہوتا ہے مگر فضاء میں دونوں کے نور ایک ہوتے ہیں، ان میں کوئی علیحدگی نہیں ہوتی اسی طرح اللہ والے کا جسم اور تمہارا جسم تو الگ الگ ہے مگر ان کے دل کا نور تمہارے ضعیف نور کو کامل کر دے گا اور درمیان میں جسم حائل نہیں ہو سکے گا۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی صفحہ ۱۳۸)

لیکن واضح رہے کہ کسی بھی مرشد اور اللہ کے ولی کی صحبت سے اسی وقت فائدہ ہو سکتا ہے جبکہ استفادے کی سچی تڑپ ہو، اس کے لیے ان بزرگوں کے کڑوے کیلے جملے بھی سننے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کرنا ہوگا، طالب علم اگر معلم کی سختی برداشت نہ کرے تو علم حاصل نہیں ہو سکتا، تصوف کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کو کسی کامل اور ماہر کے حوالے کیا، ان کی حالت ہی بدل گئی۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ جب خانقاہ تھانہ بھون میں تھے کچھ بے اصولی کی بنا پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے حضرت خواجہ صاحب کو خانقاہ سے نکال دیا۔ ان کے اندر سچی تڑپ اور محبت تھی۔ یہ پھانک سے نکل کر فٹ پاتھ پر لیٹ گئے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کو حضرت تھانویؒ نے جب نکال دیا ہے تو اب آپ اپنے گھر چلے جائیے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تو ان کی جگہ نہیں ہے، یہ جگہ تو سرکاری ہے، میں یہاں سے کیوں چلا جاؤں اور ایک شعر پڑھا کرتے کہ۔

اُدھر وہ دَر نہ کھولیں گے اُدھر میں دَر نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں ان کی کہیں میری

غرض کہ حضرت خواجہ صاحب پر حضرت تھانویؒ کو پھر ترس آیا کہ بے چارے کے اندر سچی طلب ہے۔ پھر چند ہی دنوں کے بعد جب تاجِ خلافت لیے ہوئے خانقاہ سے نکل رہے تھے تو یوں فرماتے ہوئے گئے کہ۔

نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق آنکھوں کو آنکھ دل کو میرے دل بنادیا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے نا آشنائے درد کو بسمل بنادیا
مجذوب در سے جار ہا دامن بھرے ہوئے صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

حضرت خواجہ عزیز الحسنؒ، حضرت تھانویؒ کے معتمد اور مخصوص خلفاء میں سے ہیں۔ انھوں نے حضرت تھانویؒ کے انتقال کے بعد تین جلدوں میں ”اشرف السوانح“ کے نام سے کتاب تصنیف کی، جس کو پہلی مرتبہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب حضرت تھانویؒ کی سیرت پر ہے جو ان کی سیرت پر لکھی گئی تمام کتابوں میں کلید کی حیثیت رکھتی ہے، خواجہ عزیز الحسنؒ کو سچی تڑپ تھی، اس لیے گیٹ کے باہر نکالے جانے پر بھی اپنے مرشد کا دامن نہیں چھوڑا، اگر وہ برہم ہو کر یا عزت نفس کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے حضرت تھانویؒ کا در چھوڑ

کر چلے جاتے تو انہیں خلافت ملتی اور نہ ہی یہ اعزاز حاصل ہوتا۔

بعض لوگ یہ کہہ کر اس مسئلہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اب ویسے بزرگ کہاں جو پہلے تھے، چاہنے کے باوجود بھی اولیاء اللہ کی صحبت آج میسر نہیں، یہ سوچ سراسر شیطانی دھوکہ ہے، یاد رکھنا چاہیے کہ اولیاء اللہ اور صلحاء ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے، سورہ توبہ آیت ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور صادقین کی صحبت اختیار کریں، اگر سچے لوگ ہر زمانے میں پیدا نہ کیے جائیں تو یہ ایسا حکم ہوا جس کی تکمیل پر انسان قادر نہیں، اور ایسا حکم ایک کامل حکیم کی طرف سے نہیں دیا جاسکتا، اس لیے معلوم ہوا کہ صادقین، صلحاء، اولیاء اللہ کا وجود ہر زمانے میں رہے گا، ان کو ڈھونڈنا اور سچی تڑپ کے ذریعہ ان تک پہنچنا ہماری ذمہ داری ہے۔ مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ لیلیٰ کا جب انتقال ہوا تو مجنون کو خبر نہیں ہوئی تھی، بعد میں قبرستان پہنچا تو ہر قبر کی مٹی سونگھتا پھر رہا تھا۔ لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھتے ہی وہ دیوانہ وار کہنے لگا ”یہی ہے، یہی ہے۔“ عشق و محبت کی بنیاد پر مٹی کی بوسونگھ کر اس نے لیلیٰ کی قبر کا پتہ لگالیا۔ اسی طرح اگر کسی کو سچی پیاس اور تلاش ہو تو اللہ والوں کے جسموں کی خوشبو سونگھ کر اللہ والوں کو پہنچانا جاسکتا ہے، ہاں اس بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زمانہ کے انحطاط کے ساتھ ولایت میں بھی انحطاط پیدا ہوا ہے، پہلے طالبین کامل تھے تو اولیاء اللہ جنید بغدادی اور حسن بصری کی شکل میں تھے، جب طلب صادق میں کمی آئی تو ولایت کا درجہ بھی کم ہوا، اس زمانہ میں اگر جنید بغدادی جیسا کوئی ولی ڈھونڈا جائے تو فضول ہوگا۔ ہمارے لیے آج جنید بغدادی وہ صلحاء ہیں جن کی صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، آخرت کی فکر پیدا ہو، دنیا کی محبت کم ہونے لگے اور اعمال و اخلاق درست ہونے لگے، اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ والا ہے۔ اس کی صحبت سے مجھے ضرور فائدہ ہوگا اور ایسے لوگوں کی آج بھی کمی نہیں، بعض بزرگوں نے اولیاء اللہ کی پہچان یہ بتائی ہے کہ وہ سنت رسول ﷺ کے عاشق ہوں یعنی کسی کرامت کا ظہور بزرگی کے لیے لازم نہیں۔ فرائض و واجبات کے ساتھ مکمل طور پر سنت کی پابندی ولایت کو جانچنے کے لیے کافی ہے، بہر حال ولی کامل ہویا ناقص ہم جیسے گنہگاروں کے لیے ان کی صحبت اور نظر کرم فائدے سے خالی نہیں، کاش! مسلمان دنیا داروں سے اپنی نگاہ اور توجہ کو پھیر کر اہل اللہ اور صلحاء کی طرف مرکوز کر دیں، ان کی صحبت اختیار کریں اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کریں کہ اس کے بغیر اصلاح ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔